مطبوعات

سرسید کے مذہبی افکار (انگریزی) تالیف جناب بشیر احمد ڈار صاحب ایم۔اے۔
ناشر: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔ صفحات ۲۹۶
قیمت دس روپے۔ طباعت عمدہ۔

سرسید کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر کسی زمانے میں بہت کچھ لکھا گیا تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد لوگوں کی دلچسپی اس موضوع سے ہٹ گئی۔ دوسرے نئے موضوعات پیدا ہوتے رہے اور لوگوں کی توجہ اس طرف لگی رہی۔ اب کچھ عرصہ سے بعض حضرات نے سرسید کے معتقدات کی طرف پھر توجہ فرمائی ہے اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان حضرات کو سرسید کی ذات یا ان کے مذہبی خیالات سے کچھ دلچسپی پیدا ہوگئی ہے یا سرسید کی ذات کو وہ لوگوں کے نسیان اور فراموش کاری سے بچانا چاہتے ہیں بلکہ اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سرسید کے اعتقادات آج کل ان حضرات کے لیے بڑی حد تک مفید اور کارآمد ہو سکتے ہیں، جو اسلام میں مغربی افکار داخل کر کے ایک نئی فکری وحدت کو بنانے کے آرزومند ہیں۔ اس وجہ سے چند حضرات بڑے جوش و خروش سے سرسید کی زندگی اور ان کے عقائد، معاشرتی تصورات اور کلامی خیالات کی طرف متوجہ نظر آتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ مناسب وقت ہے کہ سرسید کے خیالات کا نئے سرے سے جائزہ لیا جائے اور ان حالات کو پیش نظر رکھ کر جن سے مجبور ہو کر انہوں نے بعض اوقات افراط و تفریط سے کام لیا ان فیصلوں پر روشنی ڈالی جائے جو انہوں نے ملت کے مستقبل کو بہتر بنانے کے لیے کیے تھے۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ سرسید مرحوم کے زمانہ کے حالات اس وقت موجود نہیں اور مغرب سے بیجا مرعوبیت کے لیے اب کوئی معذرت بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ خصوصاً مذہبی اور اخلاقی مسائل میں تو معاملہ بالکل برعکس ہے۔

غالباً اسی ضرورت کو ملحوظِ خاطر رکھ کر جناب بشیر احمد صاحب ڈار نے یہ کتاب تصنیف فرمائی

ہے کہ سر سید کے مذہبی افکار اور اجتہادات کا نئے سرے سے جائزہ لیا جائے اور جو باتیں قابلِ قبول ہیں ان کو قبول کیا جائے اور جہاں ان سے اضطرارًا یا اپنے وقت کے ماحول کے اثر سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہے اُس پر غور کیا جائے۔ مثلاً انکار معجزات، حضرت عیسیٰ کی پیدائش۔ حضرت موسیٰ کا سمندر کو اس طرح عبور کرنا کہ پانی دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ عصا کا اژدہا بن جانا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام معجزات کی سر سید نے عقلی تاویل پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو طفلانہ اور مضحکہ خیز سی معلوم ہوتی ہے اور یہ تمام پاپڑ اس لیے بیلے ہیں کہ اسلام میں کوئی چیز خلافِ عقلِ مغربی داخل نہ ہو سکے۔ تاکہ مغربی لوگوں کی نظروں میں سبکی نہ ہو۔ عقل کو پرکھنے کا معیار بھی سر سید نے مغرب سے ہی حاصل کیا تھا۔ اس لیے ان کو مذہب میں تمام مافوق الفطرت اور ماورائی چیزیں دیکھ کر وحشت سی ہوتی تھی۔ غرضکہ سر سید نے اپنی زندگی کا یہ مقصد بنا لیا تھا کہ ہر طرح وہ اسلام کو عین فطرت کے مطابق پیش کریں گے۔ اسی وجہ سے مقام رسالت کے تعین کے بارے میں اُن سے بھاری لغزش ہوئی۔ وہ حضرت جبریلؑ کی پیغام رسانی کے منکر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول میں خدا کی مرضی معلوم کرنے کی فطری صلاحیت ہوتی ہے۔ اور ان کا دل ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں انوار الٰہی تجلّی ریز ہوتے ہیں۔ کوئی فرشتہ خدا اور رسول کے درمیان پیغام رسانی کا کام نہیں دیتا۔ سر سید پر لوگ ان کی زندگی میں ان باتوں پر اعتراض کرتے، مثلاً ایک خط میں جو تہذیب الاخلاق میں شائع ہوا۔ ایک شخص سوال کرتا ہے "کیا آپ کے نزدیک خدا کی جگہ نیچر کو قائم کرنا۔ ملائکہ اور شیاطین کے وجود سے انکار کرنا۔ دوزخ اور جنت کے وجود کو تسلیم نہ کرنا۔ آدمؑ اور حوا کے قصّہ کو افسانہ سمجھنا معجزات کی ہنسی اڑانا کفر نہیں ہے۔"

بشیر احمد ڈار صاحب نے بعض مقامات پر سر سید کے معتقدات کے لیے معذرت پیش کرنے کا رنگ اختیار کیا ہے اور بعض جگہ ان کو سراہنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن بالکل واضح قسم کی کمزوریوں کی نشاندہی بھی کر جاتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں "سر سید اس جگہ دلائل میں منطقی ربط کی بھی پروا نہیں کرتے جہاں کہ وہ کسی مسئلے میں اپنے پسندیدہ نتائج برآمد کرنے کا ارادہ کر لیں[1]"

---

[1] صفحہ ۱۵۲

اس سلسلے میں بشیر صاحب نے سر سید کا ایک قول نقل کیا ہے جو رسالہ تہذیب الاخلاق سے لیا گیا ہے اور جس میں سر سید یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ شخص بھی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جو صرف خدائے واحد میں اعتقاد رکھتا ہو۔[1] اسلام ایک اتنا سادہ مذہب ہے کہ لامذہبیت بھی اس میں شامل ہے۔ ہر مذہب میں کچھ ایسے رسومات اور اعتقادات ہوتے ہیں جن سے وہ دوسرے مذاہب سے مختلف اور ممتاز ہوتا ہے لیکن اصلی مذہب ان رسومات اور اعتقادات سے پاک ہوتا ہے اور ایسا ہی مذہب اسلام ہے جسے ہم نیچر یا فطرت بھی کہہ سکتے ہیں۔ وہ شخص جو کسی رسول یا اوتار یا الہامی کتاب میں یا اعتقادی سوالات میں یقین نہ رکھتا ہو بلکہ صرف خدائے واحد پر ایمان لائے صحیح معنوں میں مسلمان ہے۔"

سر سید کی اسی قسم کی عبارات کی وجہ سے ڈار صاحب کو اپنی کتاب میں یہ بھی لکھنا پڑا "ایک جگہ تو وہ خالص مذہبی رنگ میں گفتگو کرتے ہیں لیکن دوسرے مقام پر اس طرح گفتگو کرتے ہیں جیسے خدائے واحد کے تو قائل ہیں لیکن الہامی مذہب کے قائل نہیں اور کہیں ان دونوں اعتقادات کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں"[2]۔ بشیر صاحب کے قول کے مطابق یہ غلط مبحث اس لیے پیدا ہوا ہے کہ سر سید کا خدا کا تصور کچھ تو ان کے مذہبی عقائد کی بنا پر قائم ہوا ہے اور کچھ نیچر کے متعلق مغربی تصورات کا مرہونِ منت ہے۔ اب یہ بات ذرا غور طلب ہے کہ رسول اور الہامی کتاب پر ایمان نہ لا کر اسلام کس حد تک باقی رہ سکتا ہے حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے ساتھ وابستہ کیا ہے مثلاً اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔

اسی طرح جہاد کے معاملہ میں بھی سر سید نے بہت بڑی ٹھوکر کھائی ہے۔ ان کے نزدیک جہاد صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس صورت میں جبکہ کفار اسلام کو مٹانے کے لیے مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور دوسرے اس وقت جبکہ مسلمان کسی کافر کی حکومت میں رہتے ہوں اور ان کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی اجازت نہ ہو یا اس میں حکومت کی طرف سے رکاوٹ ڈالی جاتی ہو۔ اس میں بھی

---

[1] صفحہ ۱۵۴ [2] صفحہ ۱۷۷

پھر ایک شرط یہ لگادی ہے کہ اگر وہ مسلمان اس کافر حکومت کی رعایا ہوں یا صلح سے رہنے کا معاہدہ کرلیا ہو تو بھی ان کو بغاوت کرنے کا حق نہیں ہے ایسی حالت میں صرف وہ یہ کرسکتے ہیں کہ اس حکومت کی حدود سے ہجرت کرجائیں۔ البتہ وہ لوگ جو اس حکومت کی رعایا نہ ہوں اپنے دینی بھائیوں کو آزاد کرانے کے لیے جہاد کرسکتے ہیں۔ پہلی شق میں یہ شرط کہ اگر کفار صرف اسلام دشمنی سے حملہ کریں تو جہاد جائز ہے لیکن اگر صرف توسیع حکومت کے لیے حملہ کریں تو جہاد جائز نہیں کس قدر مضحکہ خیز سی معلوم ہوتی ہے۔ غلام بن جانے کے بعد کسی قوم کی کون سی چیز محفوظ رہ سکتی ہے۔ ذہنی غلامی مسلط ہو جاتی ہے جو غلامی کی سب سے زیادہ خطرناک صورت ہے۔ فاتح کے مذہب اور تہذیب کو آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر بالادستی حاصل ہو جاتی ہے "الناس علیٰ دین ملوکھم" ایک ابدی صداقت ہے اور دنیا کی پوری تاریخ اس کی گواہ ہے۔ مفتوح ہمیشہ اپنے فاتح کے دین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور اس میلان کے مستقل وجوہ و اسباب ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

اس برصغیر میں احادیث کے خلاف جو شک کی ایک عام فضا تیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس میں بھی سرسید کا حصّہ کسی دوسرے سے کم نہیں ہے۔ احادیث پر اُن کا اعتراض بھی وہی ہے جو کہ منکرین حدیث کی طرف سے عام طور پر پیش کیا جاتا ہے یعنی جعلی احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے صحیح کا علیحدہ کرنا مشکل ہے۔ اُن کا خیال تھا کہ قرآن مجید ہی تمام مسائل کے حل کرنے کے لیے کافی ہے۔ مگر لطف کی بات دیکھیے کہ جس معاملے میں کوئی کمزور سے کمزور بلکہ وضعی حدیث بھی اُن کے دل پسند نظریہ کی تائید کرتے ہوئے نظر آتی ہے وہ فوراً اُسے قبول کر لیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف معراج جسمانی کے انکار کو منسوب کرنا یا تو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اُن کا دینی مطالعہ بالکل سطحی تھا یا پھر اپنا مطلب نکالنے کے لیے وہ علمی دیانت کا بھی پاس نہ رکھتے تھے۔

کتاب کے آخری دو صفحات میں جناب ڈار صاحب نے سرسید کے اجتہادات اور خصوصاً احادیث کے بارے میں اُن کے نقطۂ نظر کو سراہنے کی کوشش کی ہے۔ اس معاملہ میں انہوں نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ انداز بیان اس قسم کا اختیار کیا گیا ہے کہ طرفداری کا پہلو نمایاں نہ ہو لیکن

اگر پوری عبارت کو دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ان معاملات میں سر سید کے لیے معذرت ہی پیش نہیں کرتے بلکہ پرزور حمایت بھی کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ وہ احادیث جو جرح و تعدیل کے معیار پر پوری نہ اتریں انہیں بلاشبہ رد کر دینا چاہیے۔ اور ائمۂ احادیث اس خدمت کو بخوبی سر انجام دے چکے ہیں اور آج بھی ان احادیث پر نقد کی گنجائش موجود ہے لیکن وہ احادیث جو بالکل صحیح ہیں انہیں کسی مصلحت کی بنا پر یا دین کے اندر کوئی رخصت ڈھونڈنے کے لیے نظر انداز کرنا دین کی خدمت نہیں بلکہ دین کی تضحیک و تذلیل ہے۔

جناب ڈار صاحب انگریزی کے ایک نہایت اچھے انشا پرداز اور مرتب ہیں اور اس کتاب کو جس خوبی کے ساتھ انہوں نے ترتیب دیا ہے وہ اُن کی قابلیت کی پوری طرح آئینہ دار ہے۔ ایک شخص صرف اس ایک کتاب کے مطالعہ سے سر سید کے سارے افکار و نظریات سے آشنا ہو سکتا ہے۔ (ادارہ)

اعلان

دفتر ترجمان القرآن میں پچھلے سالوں کے چند پرچے برائے فروخت موجود ہیں۔ ضرورتمند حضرات کی سہولت کے لیے ان کی قیمت میں پچاس فیصدی رعایت کر دی گئی ہے۔ فائل رکھنے کے خواہشمند حضرات فوری توجہ فرمائیں۔

۱- جون سنہ ۴۸ء	جلد ۳۱	عدد ۲		۶- اگست سنہ ۴۹ء	جلد ۳۲	عدد ۳
۲- جولائی سنہ ۴۸ء	؍	؍ ۳		۷- ستمبر سنہ ۴۹ء	؍	؍ ۴
۳- اگست سنہ ۴۸ء	؍	؍ ۴		۸- نومبر سنہ ۴۹ء	؍	؍ ۶
۴- ستمبر سنہ ۴۸ء	؍	؍ ۵		۹- دسمبر-جنوری سنہ ۵۰-۴۹ء	جلد ۳۳	عدد ۱، ۲، ۳
۵- جون و جولائی سنہ ۴۹ء	جلد ۳۲	؍ ۱، ۲		۱۰- مارچ سنہ ۵۰ء	؍	؍ ۴